فتنوں سے بچاؤ کی راہ

فتنوں سے نجات پانے اوران سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے کچھ اسباب بتائے ہیں، جنہیں اختیار کر کے آدمی ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ان میں سے کچھ اسباب یہ ہیں۔ دعاؤں کا اہتمام کرنا، علماء ربانیین اور صلحاء کی صحبت اختیار کرنااوران کے ساتھ تعلق قائم کرنا،اچھی صحبت ،اچھی سوسائٹی اوراچھے دوست اختیار کرنا، دین کے صحیح علم کے ساتھ دین کی صحیح سمجھ حاصل کرنا۔

اس عنوان کے تحت یہ بات عرض کی جائے گی کہ موجودہ دور کے ان فتنوں سے نجات پانے اوران سے بچاؤ کی کیاصورتیں ممکن ہیں؟

تو میرے عزیزو!اس سلسلے میں آپ ﷺ نے جواسباب بتائے ہیں اگرانہیں عمومی طور پراختیار کرلیا جائے تو ہر شخص ان تمام فتنوں سے (جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے) محفوظ ہو جائے گا ۔اس لئے کہ انسان اس دنیا میں رہ رہا ہے اوراس دنیاوی زندگی میں اس کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ ایک طرف شیطان ہے اوردوسری طرف اس کا نفس ہے۔شیطان اسے گمراہ کررہاہے،نفس اسے دھوکہ دے رہاہے،خواہش اسے بھٹکا رہی ہے،کافراس سے قتال کررہے ہیں،منافق اس کی ٹوہ میں لگاہوا ہے کہ موقع ملے تو وارکروں ،مسلمان اسے ایذاء دے رہاہے۔دنیاکے اتنے سارے مسائل میں یہ گھراہوا ہے۔تو ایسے مواقع کے لئے حضور ﷺ نے کچھ اسباب ،حل اوراقدامات تجویزفرمائے ہیں جنہیں اختیارکرکے آدمی ہرقسم کےفتنوں سےمحفوظ رہ سکتاہے۔

فتنوں سے بچاؤ کا پہلا اقدام

ان میں پہلی چیز ہے(التعوذ والدعاء) یعنی اللہ کی پناہ مانگنا اور دعاؤں کا اہتمام کرنا۔دعا اگر سچے دل سے مانگی جائے تو تقدیر کوبھی بدل دیا کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے:

" لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ " (ابن ماجہ، باب القدر، ص۱۰)

دعا (ایسی چیز ہے جو) تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے۔

اس لئے دعا کے بارے میں فرمایا کہ یہ مومن کا اسلحہ ہے۔ جب تک مسلمان اس سے مسلح رہتا ہے تو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں بندوق ہو، بالکل ٹھیک بندوق اور جس کے پاس بندوق ہو وہ بھی بڑا تجربہ کار ہو، درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو بندوق کا نشانہ صحیح لگے گا اور اگر بندوق ہی خراب ہو یا بندوق چلانے والا ہی ناتجربہ کار ہو یا درمیان میں کوئی ایسی رکاوٹ ہو کہ گولی ہدف تک نہ پہنچ سکتی ہو تو پھر بات نہیں بنے گی۔ اسی طرح دعا کے اندر بھی یہ تینوں چیزیں ہیں۔ دعا کے قبول ہونے کے لئے بھی تین چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یا تو دعا ہی ٹھیک نہیں ہوتی کہ ایسی چیز کی دعا مانگ رہا ہے جو مانگنی ہی نہیں چاہئے۔ یا پھر دعا تو ٹھیک مانگ رہا ہے لیکن مانگنے والا ٹھیک نہیں ہے۔ زبان کچھ اور کہہ رہی ہے اور دل کہیں اور متوجہ ہے۔ یا پھر دعا بھی ٹھیک ہے لیکن اس نے گناہوں کی اتنی بڑی دیوار بیچ میں کھڑی کر رکھی ہے کہ دعا نشانے پر لگ ہی نہیں رہی۔

تو اس بات کا اہتمام ہونا چاہئے کہ دعا بھی ٹھیک ہو، مانگنے والا بھی ڈھنگ سے مانگے اور ان ساری رکاوٹوں کو جو دعا کی قبولیت میں مانع ہیں، انہیں بھی دور کرے۔ اس لئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: لوگو مجھ سے مانگو میں تمہیں دیتا ہوں۔

﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾ (سورۃ المومن:۶۰)

مجھ سے دعا کیا کرو میں قبول کروں گا۔

تو دعاؤں کا خوب اہتمام ہونا چاہئے، حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے ہمیں دعاؤں کا اہتمام سکھایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام پر آزمائش آئی تو انہوں نے دعا کا اہتمام کیا اور فرمایا:

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

(سورۃ الانبیاء:۸۷)

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک (بے عیب) ہیں، بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔

اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور انہیں بچالیا۔

﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ﴾ (سورۃ الانبیاء:۸۸)

پھر ہم نے اس کی فریاد سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے رب سے دعا کی، مولیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فریاد کو قبول کر لیا، اس لئے رسول کریم ﷺ نے دعائیں سکھائی ہیں اور بتائی ہیں کہ ان کا اہتمام کر لیا کرو۔ پیارے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے:

" تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "

(مشکوۃ المصابیح، باب اثبات عذاب القبر، ص۲۵)

اللہ تعالیٰ سے ظاہری اور پوشیدہ فتنوں سے پناہ مانگا کرو۔

ہر قسم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آجایا کرو چاہے وہ ظاہری ہوں یا چھپے ہوئے ہوں۔ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ دعا مانگنے لگے:

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ

مَفۡتُوۡنٍ'' (ترمذی، ابواب التفسیر، ج۲، ص۱۵۹)

ساری دعائیں کرنے کے بعد آخر میں فرمایا کہ اے اللہ! جب تو لوگوں کو دنیا کے اندر فتنوں میں مبتلا کرنے لگے تو اس سے پہلے مجھے اپنے پاس بلا لینا، مجھے فتنوں میں مبتلا ہونے والوں میں شامل نہ فرمانا۔ اس دعا میں نکتہ یہ ہے کہ فتنوں سے بچنے کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب ہم کسی آزمائش میں نہ بھی ہوں تب بھی اپنے اللہ کو نہ بھولیں، اس لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

"تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفُکَ فِی الشِّدَّۃِ" (مسند احمد، ج۱، ص۴۷)

عافیت اور خوشحالی میں اپنے اللہ کو یاد کر، اللہ تجھے پریشانی اور آزمائش کی گھڑی میں یاد کرے گا۔

یہی تو وجہ ہے کہ فرعون مصیبت میں گرفتار ہوا تو اس نے اللہ کو پکارا۔ یونس علیہ السلام مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے بھی اللہ کو پکارا۔ ایک کی فریاد تو اللہ نے قبول کر لی اس لئے کہ وہ اللہ کو یاد کیا کرتے تھے اور فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴾ (سورۃ الصافات:۱۴۳)

پس اگر وہ اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو (اسے قیامت تک مچھلی کے پیٹ سے نجات نہ ملتی۔)

چونکہ پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے تھے لہٰذا مچھلی کے پیٹ سے نجات مل گئی اور جب فرعون نے پکارا تو نجات نہ ملی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا کہ

﴿ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴾ (سورہ یونس:۹۱)

ابھی یاد کرتا ہے جبکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور فساد کرنے والوں میں (شامل) رہا۔

ابھی یاد کر رہا ہے، ابھی یاد کر رہا ہے۔ پہلے نافرمانیاں کرتا رہا اور فسادی بنا رہا، اب یاد کر رہا ہے!

ہر حال میں اللہ کو یاد کریں

اس لئے ہر حال میں جب اللہ کو یاد کرو گے تو پھر جب ضرورت درپیش ہوگی اور اللہ کے سامنے فریاد کرو گے تو فرشتے بھی سفارش کریں گے کہ اے اللہ یہ مانوس آواز ہے تو اسے قبول کر لے۔ اس لئے فتنوں سے بچاؤ کے لئے اہم ترین چیز یہ ہے کہ بندہ دعاؤں کا اہتمام کرے۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگیں

اب اللہ سے کیا مانگا جائے؟ تو میرے عزیزو! سبھی کچھ اللہ سے مانگنا چاہئے اس لئے کہ سارے جہانوں کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ ﴾ (سورۃ الحجر:۲۱)

اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہی ہیں۔

اس لئے ہر چیز اللہ سے مانگیں لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ انتہائی اہم ہیں، ان کے بعد یہ اہم، ان کے بعد یہ اہم تو اسی انداز سے دعاؤں کا اہتمام ہونا چاہئے، سب کچھ اللہ ہی سے مانگیں یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ سے مانگیں۔ پیارے نبی ﷺ اپنے پاؤں کا تسمہ بھی اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ قرآن میں ایک اور چیز کے مانگنے کی طرف اشارہ ہے:

﴿ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ ﴾ (سورۃ النساء:۳۲)

اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال (کیا) کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فضل مانگو، دنیا بھی مانگو، اولاد بھی مانگو، کاروبار بھی مانگو، سب کچھ اسی سے ہی مانگو، ہر چیز اسی سے مانگنی ہے لیکن کس ترتیب سے مانگنی چاہئے اس کا اہتمام اور اس سے واقفیت انتہائی ضروری ہے، تاکہ سب سے پہلے چیز جو مانگنے کی ہے وہ سب سے پہلے مانگی جائے۔ اگر اس ترتیب سے اللہ سے مانگیں گے تو فتنوں سے بچ جائیں گے۔ اس حوالے سے سب سے اہم چیز ہدایت کا سوال ہے۔ اللہ سے ہدایت مانگیں۔ دیکھئے! اللہ میری اور آپ کی ضروریات، حاجات، نفسیات اور دنیا کے حالات سے خوب واقف ہے، اور جب اللہ نے بندے کو مانگنے کی تعلیم دی کہ مجھ سے یوں مانگو تو مانگنے کے اندر جو سب سے بنیادی بات بتائی، وہ یہ ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (سورۃ الفاتحۃ:۵)

اے اللہ! مجھے سیدھا راستہ دکھادے۔

تو اللہ فرماتا ہے کہ مجھ سے صراط مستقیم مانگو، میں دوں گا۔

پہلے نمبر پر مانگی جانے والی چیز

● سب سے پہلی چیز جو مانگنے کی ہے وہ ہدایت ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ دعا سکھایا کرتے تھے کہ علی یوں دعا کرو:

” اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَالسَّدَادَ “ (صحیح مسلم، باب الادعیۃ، ج۲، ص۳۵)

اے اللہ! ہم آپ سے ہدایت اور درستگی (صحیح سمجھ اور راستے) کا سوال کرتے ہیں۔

ہمیں سیدھا راستہ اور صراطِ مستقیم نصیب فرما۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعا سکھایا کرتے تھے۔

دوسرے نمبر پر مانگی جانے والی چیز

● دوسرے نمبر پر جو چیز مانگنے کی ہے وہ ہے (سوال المغفرۃ من الذنوب) یعنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگنا تاکہ بیچ کی رکاوٹیں ختم ہو جائیں جو چیز (مال و دولت اور دنیا) ہم آگے مانگنے جارہے ہیں، اس کے لئے رکاوٹ ختم ہو جائے اس لئے کہ جب صلح ہو جائے گی تو بقیہ کام آسان ہو جائیں گے۔

ارے جب کوئی دوست بنالے گا اور دوست بنانے والا اگر بااختیار ہوگا تو میری ضرورتیں خود ہی دیکھ لے گا کہ میرے دوست کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ کیا بیماری ہے؟ کیا پریشانی ہے؟ تو اللہ سے اپنا تعلق صحیح کرلو، اللہ سے دوستی کرلو، سب چیزیں مل جائیں گی، سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

ارے میرے عزیزو! اگر کوئی آپ سے ناراض ہو تو آپ پہلی اس سے حاجت نہیں مانگتے بلکہ پہلے اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، درخواست بعد میں دیتے ہیں، پہلے اس کی غلط فہمیاں دور کرتے ہیں، آپ کے بارے میں اس کی جو بدگمانیاں ہیں وہ دور کرتے ہیں، بالکل ایسے ہی اللہ سے صلح کی جائے، گناہوں کی معافی مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ معافی مانگنے والے کو معاف کر دیتے ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدٰی﴾

(سورۃ طٰہٰ:۸۲)

اور بے شک میں ان لوگوں کو بہت معاف کرنے والا ہوں جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے، پھر سیدھی راہ پر قائم رہے۔

جو توبہ کرتا ہے میں اسے خوب معاف کرتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"یَا ابنَ آدَم اِنَّکَ مَادَعَوتَنِیْ وَ رَجَوتَنِیْ غَفَرتُ لَکَ مَا کَانَ مِنکَ وَ لَا اُبَالِیْ یَا ابنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُکَ عِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغفَرتَنِیْ غَفَرتُ لَکَ .وَلَا اُبَالِیْ یَا ابنَ آدَم لَوْ اَتَیتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئاً لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" (مشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ، ج ا، ص ۲۰۴)

اے آدم کے بیٹے! مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں (مجھے اس کی کوئی فکر نہیں) کہ تو اتنے گناہ لے کر آئے کہ تیرے گناہوں کا ڈھیر آسمانوں تک جا پہنچے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ تو اتنے گناہ لے کر آئے جن سے زمین و آسمان کا خلا پر ہو جاتا ہو لیکن اگر میرے پاس میرے اوپر ایمان رکھتے ہوئے آئے گا (اور) شرک نہ کرتا ہو گا تو میں اس سے زیادہ تیرے پاس اپنی مغفرت لے کر آؤں گا۔

تو دوسرے نمبر پر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے۔

تیسری چیز

• تیسری چیز جو مانگنے کی ہے وہ ہے (**سوال الجنة والاستعاذة من النار**) یعنی جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ۔

ایک مرتبہ پیارے رسول ﷺ نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ تم نماز کے بعد کیا مانگتے ہو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا کرتے ہو یہی طریقہ ہے، ایسے ہی مانگنا چاہئے۔ (ابوداؤد، باب تخفیف الصلوۃ، ج ا، ص ۱۳۴، رحمانیہ)

چوتھی چیز

• چوتھی اور اہم چیز جو مانگنی چاہئے وہ ہے (**سوال العفو والعافية فی الدنيا والآخرة**) یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ سے عافیت کا سوال۔ گناہوں کی معافی، جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ کے بعد چوتھی نمبر پر اللہ سے عافیت مانگی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اللہ کے رسول سے پوچھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کیا مانگیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

"یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلِ اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ"

(ترمذی، ج ۲، ص ۱۹۱)

اے عباس! اے اللہ کے رسول کے چچا! دنیا اور آخرت میں اللہ سے عافیت مانگو۔ (عافیت مل گئی تو سارے فتنوں سے بچ جاؤ گے۔)

پانچویں چیز

• پانچویں چیز جو مانگنی چاہئے وہ ہے (**سوال الثبات علی الدين حتی الممات و حسن العا فية فی الامور كلها**) یعنی دین پر استقامت اور حسن خاتمہ کی دعا۔ دین پر ثابت قدمی کے لئے نبی علیہ السلام نے یہ دعا سکھائی ہے۔

"اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ" (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۳۵)

اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو (ہر گندگی سے پھیر کر) اپنی طاعت پر لگا دے۔ ہمارے دلوں کو دین پر جما دے، ثابت قدمی نصیب فرما دے۔

چھٹی چیز

• چھٹی چیز جو مانگنی چاہئے وہ ہے(سوال اللہ دوام النعمة والاستعانة من زوالھا) یعنی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے دوام (ہمیشہ باقی رہنے) اوران کے زائل نہ ہونے (ختم نہ ہونے) کا سوال کرنا۔اللہ تعالیٰ نے جونعمتیں دے رکھی ہیں،عزتیں دے رکھی ہیں،خوشحالی دے رکھی ہے،ان کے لئے اللہ سے دعا کی جائے کہ اے اللہ!اب ان نعمتوں سے محروم نہ فرمایئے گا۔پیارے نبی ﷺ نے نعمتوں کے باقی رہنے کے لئے عجیب دعا سکھائی ہے:

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَ فُجَاۃِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ " (صحیح مسلم،ج۲ص۳۵۲)

اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں نعمتوں کے زائل ہونے سے،عافیت کے پھر جانے سے اچانک مصیبت کے آجانے سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔

یہی چیز تو اللہ سے مانگنی چاہئے اور یہ مانگنا ہی ہماری کامیابی کا راستہ ہے۔

ساتویں چیز

• ساتویں چیز جو مانگنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ہر قسم کی آزمائش سے پناہ مانگی جائے۔پیارے رسول ﷺ اس سلسلے میں یوں دعا مانگا کرتے تھے:

" کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَمِنْ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَمِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ " (صحیح مسلم،باب الدعوات والتعوذ،ج۲ص۳۴۷)

(آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ)اے اللہ!میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر

قسم کے برے فیصلے سے اور بدبختی کے آنے سے اور دشمن کی زیادتی سے اور امتحان کی تکلیف سے۔

اس ترتیب سے دعائیں کی جائیں توان شاءاللہ ان دعاؤں کی برکت سے بندہ ہر قسم کی آزمائشوں سے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

دعا کی قبولیت کے لوازمات

میرے عزیزو!دعا کی قبولیت کے لئے چند چیزیں ایسی ہیں جو بہت مؤثر ہیں اوران کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے۔

❖ پہلی چیز اخلاص ہے۔دعا خالص اللہ کے لئے کی جائے اس لئے کہ دعا عبادت ہے تو صرف اللہ کے لئے ہو،ریا،دکھلاوا،شہرت کے لئے نہیں بلکہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہو۔

❖ دوسری چیز ہے(المتابعة للنبی ﷺ)یعنی دعا میں نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے۔

❖ تیسری چیز اللہ پر اعتماد اور دعا کی قبولیت کا یقین ہے۔خوب یقین اور اعتماد کے ساتھ دعا کی جائے۔

❖ چوتھی چیز دل کی توجہ ہے۔دل کی توجہ کے ساتھ دعا کی جائے۔جو زبان سے کہہ رہا ہے دل بھی ادھر ہی متوجہ ہو۔

❖ پانچویں چیز (الجزم والعزم والجد فی الدعاء) ہے یعنی دعا کے اندر خوب کوشش اور محنت کی جائے،بار بار ایک ہی چیز مانگی جائے۔کبھی بھکاری کو دیکھا

ہے کہ جان ہی نہیں چھوڑتا، پیچھے ہی پڑ جاتا ہے آخر کار کچھ نہ کچھ دے کر ہی جان چھڑانا پڑتی ہے۔تو دعا کے اندر بھی اسی طرح جان لگائی جائے ،خوب مانگا جائے ۔ مانگتے رہیں کیونکہ ملے گا اسی در سے۔ یہی دربار ہے ملنے کا بس اور کوئی نہیں۔ ان پانچ چیزوں کا دعاؤں میں اہتمام رکھیں۔

ان شاء اللہ اللہ پاک اپنا فضل وکرم نازل فرمائیں گے اور دعائیں قبول ہوں گی۔

دعا کی قبولیت کے موانع

اسی طرح میرے عزیزو! بعض چیزیں ایسی ہیں جو دعا کی قبولیت کے لئے رکاوٹ ہیں۔

- پہلی چیز ہے(التوسع فی اکل الحرام اکلاً و شرباً ولبساً و تغذیة)یعنی حرام کھانے میں احتیاط نہ کرنا بلکہ کثرت سے حرام کھانا۔حرام کھانے، حرام پہننے،حرام پینے اور حرام لقمہ کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔
- دوسری چیز ہے(الاستعجال)یعنی دعا میں جلدی کرنا،اس سے بھی دعا قبول نہیں ہوتی ۔ارے میاں تم خدا تو نہیں ہو،تم تو اس کے بندے ہو۔وہ حکیم وعلیم ذات ہے جب چاہے گا تو تمہارے حق میں اس کا فیصلہ فرمادے گا۔تمہارا کام تو مانگتے ہی رہنا ہے، جلدی نہ کرو، اگر جلدی مچاؤ گے تو دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاؤ گے۔
- تیسری چیز ہے(الدعاء باثمٍ أو قطیعة رحمٍ) یعنی ایسی دعا کرنا

جس میں گناہ ہے،مثلاً قطع تعلق کی دعا کر رہا ہے۔گناہ والی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

- چوتھی چیز ہے(ترک الواجبات التی او جبها الله)یعنی اللہ کی طرف سے مقرر کیئے گئے فرائض و واجبات کو ترک کرنا۔جب اللہ پاک کے حقوق و فرائض ہی ادا نہیں کیئے جائیں گے تو پھر دعائیں کیسے قبول ہوں گی؟ اثر کیسے دکھائیں گی؟
- پانچویں چیز ہے(ارتکاب المعاصی والمحرمات)یعنی گناہوں اور معاصی کا ارتکاب۔دعا بھی ٹھیک کر رہا ہے،اور دعا کرنے میں بڑی محنت اور کوشش بھی کر رہا ہے لیکن گناہوں کی ایک بہت بڑی دیوار بیچ میں حائل ہے،اس لئے کہ گناہ اور معاصی بھی مسلسل کر رہا ہے لہٰذا دعا قبول نہیں ہو رہی ہے۔

یہ پانچ چیزیں دعا کی قبولیت میں رکاوٹ ہیں انہیں دور کیا جائے اور دعا کی قبولیت کے لئے جو اعمال معاون ہیں ان کا اہتمام کیا جائے تو فتنوں سے محفوظ رہنے کے لئے دعا بہترین اسلحہ بن جائے گی۔

تو میرے عزیزو! ان عمومی فتنوں سے بچنے کے لئے ایک سبب تو پیارے رسول ﷺ نے دعاؤں کا اہتمام بتایا ہے اور فتنوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اور یہ دعاؤں کا اہتمام ہر وقت ہر گھڑی کیا جائے تو ان کی برکت سے اللہ رب العزت بندے کو گمراہیوں سے بچا کر ایک محفوظ قلعے کے اندر پہنچا دیتا ہے۔

فتنوں سے بچاؤ کا دوسرا اقدام

فتنوں سے محفوظ رہنے کے لئے دوسرا اقدام جو پیارے رسول ﷺ نے بتایا

ہے وہ ہے (مصاحبة اهل العلم و الصّالحين) یعنی علماء ربانیین کی صحبت، ان کے ساتھ مجالست، صلحاء کے ساتھ تعلق، اچھی سوسائٹی اور اچھے دوست۔ جب تک آدمی اچھے ماحول کے ساتھ جڑا رہتا ہے تو کسی بھیڑیئے کو حملہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کوئی بے دین بھیڑیا شیطان یا شیطان نما انسان کو اس پر حملہ کرنے کا موقع نہیں ملتا اس لئے کہ جہاں کہیں اسے شبہات کا سامنا ہوتا ہے تو وہ کسی عالم ربانی کی صحبت میں جا کر اپنا معاملہ صاف کر لیتا ہے یا ان علماء کی صحبت میں مسلسل بیٹھنے سے دین کی اتنی باتیں اسے معلوم ہو جاتی ہیں کہ پھر شبہات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے اس کی بڑی اہمیت بتائی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ آدمی صحبت اور سوسائٹی اچھی بنائے، دوست اچھے بنائے، علمائے ربانیین کی صحبت کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی ﷺ سے فرمایا ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ﴾ (سورۃ الکھف: ۲۸)

آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جوڑے رکھیں جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ان کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہے۔

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے میری امت میں ایسے قیمتی لوگ پیدا فرمائے ہیں کہ جن کے ساتھ مجھے بھی اٹھنے بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت امت کے لئے تعلیم ہے، اس لئے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا یہ خود اس کے اچھا ہونے کی علامت ہے۔ اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

" اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ

وَ نَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبًا وَ نَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحَرِّقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا خَبِیْثًا " (مسلم، باب استحباب مجالسۃ الصالحین، ج۲، ص۳۳۰)

اچھے دوست اور برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی مشک والے کے پاس جائے تو یا تو مشک خرید لے گا، اگر مشک نہ بھی خریدی تو خوشبو تو آہی جائے گی۔ (اچھے آدمی کے پاس بیٹھے گا تو جو اللہ کی رحمت اس پر آرہی ہے اس کا کچھ حصہ اسے بھی مل جائے گا اور اگر یہ اس کی صحبت میں بیٹھ کر اچھا بن گیا تو یہ بھی اللہ کی رحمت کا مستحق بن جائے گا) اور برے دوست کی مثال ایسی ہے کہ جیسے یہ کسی بھٹی والے کے پاس بیٹھ جائے تو بھٹی میں جلنے والی آگ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کپڑے جل جائیں، اگر نہ بھی جلے تو کم از کم بھٹی کا دھواں اور انتہائی ناگوار بو تو اسے ضرور پہنچے گی۔

برے دوستوں کے ساتھ بری سوسائٹی میں بیٹھنے سے یا تو خود برا بن جائے گا اور اگر خود برا نہ بھی بنا، تب بھی اللہ کی طرف سے ان برے لوگوں پر جو لعنت برس رہی ہے اس کا مستحق بن جائے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ﴾ (سورۃ محمد: ۲۳)

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

اللہ ان لوگوں پر لعنت کر رہا ہے جو اللہ کے مجرم ہیں، باغی ہیں تو اس لعنت کا اثر تو آس پاس بیٹھنے والے پر بھی پڑے گا اس کی نحوست تو اس پر بھی پڑے گی۔ اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ دوست، رفاقت اور مجلس اچھی بناؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

" عَلَیْکُمْ بِالْاِخْوَانِ فَاِنَّھُمْ عُدَّۃٌ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اَلاَ تَسْمَعُ لِقَوْلِ اَھْلِ النَّارِ ﴿فَمَالَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ (الشعراء،۱۰۰،۱۰۱)﴾ "

(احیاءعلوم الدین، ج۲، ص۲۴۶)

فرمایا کہ تم اچھے دوست اختیار کرو یہ دنیا اور آخرت میں تمہیں کام آئیں گے ورنہ کل قیامت میں یہی پوچھا جائے گا کہاں ہے تمہارا دوست اور حمایتی جس کے ساتھ تم اٹھا بیٹھا کرتے تھے۔ کوئی ہے تمہیں بچانے والا؟ قیامت کے دن تو معاملہ ہی بالکل الگ ہوگا، منظر ہی کچھ اور ہوگا، وہاں تو کوئی کسی کو نہیں پہچانے گا۔ قرآن کریم میں اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾

(سورۃ الزخرف:۶۷)

سارے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی (اللہ سے ڈرنے والے) لوگوں کے۔

ساری دوستیاں جو دنیا کے اندر گندی سوسائٹی اور گندی محفلوں کی صورت میں تھیں سب ایک دوسرے کے لئے دشمنیاں بن جائیں گی۔ ہاں تقوے کی بنیاد پر جو دوستیاں تھیں وہ ایک دوسرے کی معاون اور مددگار ہوں گی۔ ایسے دوست ایک دوسرے کی سفارش کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بات وہی کرو جو مفید ہو، اپنے دشمنوں سے دور رہو اور دوست اسے بناؤ جو امانت دار ہو اور فرمایا:

" وَلَا اَمِیْنَ اِلَّا مَنْ یَخْشَی اللّٰہَ وَیُطِیْعُہٗ وَلَا تَمْشِ مَعَ الْفَاجِرِ

فَیُعَلِّمُکَ مِنْ فُجُوْرِہٖ " (العزلۃ للخطابی، ص۱۴۴)

امین وہی ہوسکتا ہے جس کے اندر اللہ کا خوف موجود ہو اور وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہو۔ گنہگار کے ساتھ مت چلو، وہ تمہیں بھی گنہگار بنادے گا۔

اسے اپنے راز مت بتاؤ، وہ تمہارے رازوں کو افشا کردے گا اور اس کے ساتھ اپنے امور میں مشورہ بھی نہ کرو بلکہ ان لوگوں سے مشورہ کرو جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے۔ وہ تمہیں صحیح مشورہ دیں گے بلکہ ان کی زندگی میں جو تقویٰ کی صفت ہے اس کی برکت سے اللہ اس مشورے کے اندر نور ڈال دیں گے، برکت ڈال دیں گے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تین چیزیں دنیا میں نہ ہوتیں تو میں دنیا کی زندگی کبھی بھی پسند نہ کرتا۔ ایک تو اگر ایسے دوست نہ ہوتے جو میری خطاؤں پر مجھے خبردار کرتے کہ تم یہ غلطی کررہے ہو، وہ غلطی کررہے ہو۔ دوسری چیز یہ کہ میرا چہرہ زمین پر لگتا ہے اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ تیسری چیز یہ کہ وہ قدم، وہ دن اور وہ رات جو اللہ کے راستے میں گزرتے ہیں۔ اگر یہ تین چیزیں دنیا میں نہ ہوتیں تو پھر دنیا میں رہنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔ (الزھد للامام محمد، ص۱۳۵)

مومنین کی صحبت اختیار کیجئے

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ

" لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِناً وَلَا یَأْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ "

(ترمذی، کتاب الزہد، ج۲، ص۶۵)

مومن (سچے ایمان والے) والے کے ساتھ مصاحبت (ہم نشینی) اختیار کرو اور

(کوشش کرو کہ) تمہارا کھانا متقی (پرہیزگار) آدمی کھائے۔

مطلب یہ ہے کہ جب دوستی نیک لوگوں کے ساتھ ہوگی تو اس کا دسترخوان بھی نیک لوگوں کے لئے ہی بچھے گا۔ایک تو یہ ہے کہ کسی بھی ضرورت مند کو کچھ دے دینا، وہ ایک علیحدہ بات ہے لیکن عام دوستیاں اور ہم نشینیاں اگر اچھے لوگوں کے ساتھ ہوں گی تو انہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھا ہوگا، انہی کے ساتھ کھانا پینا ہوگا تو فرمایا:

" لَا یَاْکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ "

تو رسول کریم ﷺ نے اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ اچھی صحبت اختیار کی جائے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ بسا اوقات جب لوگ اچھی صحبت میں بیٹھے ہوتے ہیں تو اللہ کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو بلاتے رہتے ہیں۔ارے! جلدی آؤ اللہ کے تذکرے چل رہے ہیں اور پھر انہیں اپنے رحمت والے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب واپس اللہ کے دربار میں پہنچتے ہیں تو اللہ رب العزت پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو؟ تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! تیرے کچھ بندے تیرا تذکرہ کر رہے تھے، تیری محبت میں اکٹھے بیٹھے تھے، وہاں سے آئے ہیں۔ اللہ رب العزت پوچھتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے تھے۔فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! تیری حمد و ثنا کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری بزرگی بیان کر رہے تھے تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان نیک صحبت میں بیٹھنے والوں کی بخشش کر دی ہے۔ایک فرشتہ کہتا ہے: یا اللہ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو مجلس کے شرکاء میں سے نہیں تھا بلکہ کسی حاجت کے لئے آیا تھا اور وہاں آ کر ان نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا تو اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہم نشین (آپس میں بیٹھنے والے) ہیں اور اتنے

مبارک ہیں کہ جو ان کے ساتھ بیٹھتا ہے میں اسے بھی اپنی رحمتوں سے محروم نہیں کیا کرتا، لہٰذا میں نے اس کی بھی بخشش کر دی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الدعوات، ج۲، ص۹۴۸)

انسان دوست سے پہچانا جاتا ہے

پیارے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

" اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ "

(ترمذی، کتاب الزہد، ج۲، ص۶۳)

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس (دوست بنانے سے پہلے) دیکھ لیا کرو کہ کسے دوست بنا رہے ہو۔

اگر دوست لہو و لعب کا عادی ہے تو یہ بھی کھلاڑی بن جائے گا، اگر دوست موسیقار ہے تو یہ بھی موسیقار بن جائے گا، اگر دوست گندی عادتوں کے اندر مبتلا ہے تو یہ بھی انہی عادتوں میں مبتلا ہو جائے گا، اگر دوست تلاوت کا عادی ہے تو ان شاء اللہ اس کی دوستی کی برکت سے یہ بھی تلاوت کا شوقین بن جائے گا، اور اگر دوست نماز کا اہتمام کرتا ہے تو یہ بھی اس کی برکت سے نمازی بن جائے گا۔اس لئے فرمایا کہ پہلے دیکھ لو، پرکھ لو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو؟

کتنے نوجوان ایسے ہیں جو خود تو شرابی نہیں ہوتے مگر ان کے دوست شرابی ہوتے ہیں، لہٰذا دوستوں کی وجہ سے یہ بھی شرابی بن جاتے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جو پہلے سگریٹ کے عادی نہیں ہوتے لیکن غلط سوسائٹی کی وجہ سے سگریٹ کے عادی بن جاتے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جن کے ذہن بہت معصوم ہوتے ہیں، پاکیزہ ہوتے ہیں، گھر کا ماحول بھی اچھا ہوتا ہے لیکن کالج اور یونیورسٹی میں دوست ایسے مل جاتے ہیں

جن کی وجہ سے ان کی سوچ، فکر اور اخلاق سب برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ خیال کرلو بھائی کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آدمی برے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تو تیسرا آدمی اس کے بارے میں بھی بدگمان ہوتا ہے کہ ہاں گندے آدمی کے ساتھ جارہا ہے، لہٰذا یہ بھی گندہ ہی ہے۔ ایسے ہی اوپر سے نیک بنا ہوا ہے۔ اس کی زندگی تو دیکھو کس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ دیکھنے والے کے ذہن میں فوراً آتا ہے کہ جیسا وہ برا ہے یہ بھی ایسا ہی برا ہے تب ہی تو اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو، ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور فرمایا کہ تمہارا اچھا دوست وہ ہے جو تمہارے عیب تمہیں بتائے، تمہاری غلطیوں کی نشاندہی کرے، تمہاری رہنمائی کرے، یہ تمہارا مہربان ہے۔ اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ

" اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ " (مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص۴۲۴)

مومن مومن کا آئینہ ہے۔

جب آدمی صلحاء کے ساتھ، نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا تو ان کی شخصیت کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھے گا کہ میرے اندر کیا کیا خامیاں ہیں، کیا کیا کوتاہیاں ہیں تو ان کی صحبت کی برکت سے اسے اپنی خامیاں نظر آئیں گی اور آہستہ آہستہ وہ اپنی اصلاح کرتا چلا جائے گا۔

میرے عزیزو! جب تک آدمی اچھے دین داروں کے ساتھ نہیں بیٹھتا تو تب تک بڑا مطمئن ہوتا ہے کہ میں تو بڑا بزرگ ہوں اس لئے کہ بیچارہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے جہاں دین نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ جب واقعی دینداروں کے

ساتھ بیٹھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ میرے اندر تو یہ بھی کمی ہے، وہ بھی کمی ہے۔

پیارے رسول ﷺ کے پیارے ساتھی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کے آئینے میں دیکھتے تو اتنی کمی پاتے کہ رات کو توبہ و استغفار کرنے لگ جاتے۔ کبھی کہتے اے اللہ! کاش تو نے ہمیں پیدا ہی نہ کیا ہوتا، پتہ نہیں ہم حساب کیسے دیں گے۔ کبھی کہتے کہ کاش ہم گھاس کا کوئی تنکہ ہوتے کہ ہمارے اوپر حساب و کتاب نہ ہوتا، اس لئے کہ وہ اپنی تصویر نبی کی شخصیت کے آئینے میں دیکھتے تھے اور اپنے اندر کمی محسوس کرتے تھے لہٰذا اللہ سے توبہ و استغفار کرتے تھے۔ آج مسلمان اپنی دین داری پر مطمئن ہو کر بیٹھا ہوا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ اسے اچھے دینداروں کی صحبت نصیب نہیں ہے۔

اسی لئے تو پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے آئینہ ہے، اس سے اسے اپنے عیوب معلوم ہو جاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن حکیم رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

" اِصْحَبْ مَنْ ھُوَ فَوْقَکَ فِی الدِّیْنِ وَدُوْنَکَ فِی الدُّنْیَا "

(کتاب الاخوان لابن ابی الدنیا، ص۱۲۵)

ان لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو جو دین میں تم سے اعلیٰ ہوں (بڑھیا ہوں) اور دنیا میں تم سے کمتر ہوں۔

دین میں تم سے بڑھیا ہوں تاکہ اپنی کمزوریاں تمہیں نظر آئیں اور دنیا میں تم سے کمتر ہوں تاکہ اللہ نے تمہیں جو دنیا دے رکھی ہے تم اس پر مطمئن ہو جاؤ کہ میرے پاس تو بہت ہے، اس بیچارے کے پاس تو یہ بھی نہیں ہے۔ بڑھیا دین والوں اور تھوڑی

دنیا والوں کے پاس بیٹھو گے تو دین کی حرص پیدا ہوگی، فکر پیدا ہوگی اور دنیا کے بارے میں قناعت آجائے گی۔

آج کے مسلمان کی سوچ

لیکن آج تو معاملہ ہی الٹ ہے۔ ہر ایک کی سوچ یہی ہے کہ میرا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں میں ہونا چاہیئے جو بڑے لوگ ہوں تاکہ پتہ چلے یہ بھی بڑا آدمی ہے حالانکہ اس کی تنخواہ سے مہینے کا خرچ بھی نہیں چلتا لیکن بیٹھتا ان لوگوں کے ساتھ ہے جن کی آمدنی لاکھوں میں ہے تاکہ پتہ چلے کہ یہ بھی بڑا آدمی ہے۔ اپنا لباس، ظاہری شکل وصورت، سواری ایسی بنائے گا جیسی لاکھوں کروڑوں کمانے والے کی ہوگی اور اس کے لئے اتنی کوشش کرے گا کہ بینک کا مقروض ہوجائے گا لیکن چونکہ بڑوں کے ساتھ رہنا ہے اس لئے یہ سب کرتا رہے گا۔ کلبوں میں ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا جو دنیا کے اعتبار سے اونچے ہیں تاکہ دوسروں کے سامنے یہ ظاہر ہو کہ یہ بھی بڑے لوگوں میں سے ہے۔

میرے عزیزو! یہ درحقیقت بدقسمتی ہے کہ بڑے پن کی تو اتنی فکر ہے لیکن دین کا کیا حال ہے، اس کی کوئی فکر نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ زندگی کا ضابطہ یہ نہیں ہے۔ دین کے معاملے میں اپنے سے بڑے کے پاس بیٹھو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر کے ساتھ بیٹھو۔

بہترین لوگ کون ہیں؟

دنیا کے افراد میں سے بہترین لوگوں کی پہچان کے لئے ہمارے پیارے

رسول ﷺ کا فرمان ہے:

﴿اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ﴾ تمہیں بتاؤں کہ تم میں سے بہترین لوگ کون ہیں؟ ﴿قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ﴾ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ کی یاد آجائے، (جنہیں دیکھ کر اللہ کی یاد میں اضافہ ہوجائے۔)

(مشکوۃ المصابیح، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ج ۲، ص ۴۲۷)

ہاں ان کے ساتھ بیٹھو جن کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ کی یاد بڑھ جائے۔ اللہ سے تعلق بڑھ جائے، آخرت کی فکر پیدا ہوجائے، یہ دنیا میں غنیمت والی صحبت ہے، قیمتی مجلس ہے، قیمتی لوگ ہیں، ان کے ساتھ بیٹھو گے تو قلعوں کے اندر محفوظ ہوجاؤ گے اور فتنوں سے بچ جاؤ گے۔

محفوظ قلعے

تو میرے عزیزو! اچھا ماحول، اچھی محافل، اچھی مجالس یہ محفوظ قلعوں کی مانند ہیں جن کی بدولت انسان کے ایمان کا سرمایہ محفوظ رہتا ہے اور یہ ہر قسم کے فتنوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرات صحابہ ؓ میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اپنا ماحول خود بنایا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کو دین پر چلنے میں مشکل پیش نہیں آتی تھی، کسی کو اشکال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ یہ کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے صحابہ کی پوری زندگی میں یہ کہیں نظر نہیں آتا کہ کوئی حکم اترا ہو یا کوئی طریقہ آیا ہو اور کسی نے پوچھا ہو کہ یہ کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ انہوں نے ماحول ہی ایسا ترتیب دیا تھا

کہ جو بھی طریقہ آتا وہ ان کی زندگی کا حصہ بن جاتا تھا بلکہ انہوں نے تو ماحول اور سوسائٹی ایسی پاکیزہ بنالی تھی کہ اس سوسائٹی میں آنے والا ہر شخص متاثر ہو جاتا تھا اور مانوس ہو جاتا تھا اور اسے بڑا آسان سمجھتا تھا۔ یہ ماحول انہوں نے خود بنایا تھا جس کے نتیجے میں دین پر چلنا ان کی طبیعت اور مزاج بن گیا تھا۔ اس کے خلاف چلنا ان کے لئے مشکل ہوتا تھا۔

ماحول کا اثر

یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر آپ کے یا میرے گھر میں سب ہی تہجد گزار ہوں تو ایک شخص کے لئے فجر کی نماز چھوڑنا بہت مشکل ہے، اس لئے کہ سارا ماحول نمازی ہے۔ اگر سارے بازار والے ہی نمازی ہوں تو ایک شخص کے لئے نماز چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوگا۔ دس دوست ہیں، ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، سب ہی نمازی ہیں، اگر ایک ان میں سے بے نمازی ہو تو اس کے لئے ان کے ساتھ رہنا بہت ہی مشکل ہو جائے گا، ان کے درمیان اس کا دم گھٹے گا، آخر کار یہ بھی ان کے ساتھ نمازی بن جائے گا۔

اچھے ماحول کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خود بخود اچھائیوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ جو آج ہمارے معاشرے کے اندر ''کیوں'' کا فلسفہ چل رہا ہے کہ ہر دینی حکم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج اس ''کیوں'' کہنے والے کا ماحول ٹھیک نہیں ہے۔ وہ ان لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے جن کی زندگیوں میں دین ہے ہی نہیں، دین نام کی چیز ہی نہیں ہے تو جب دین کی کوئی بات

اس کے دماغ سے ٹکراتی ہے تو وہ اسے ایک نئی چیز سمجھتا ہے۔ جیسے ایک ناک والا شخص ایسی جگہ چلا گیا جہاں سب کے ناک کٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھا تو شور مچا دیا کہ اوہو ناک والا آ گیا، ناک والا آ گیا، یعنی وہ سب اسے عیب دار کہنے لگے۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی کہ اصل میں عیب دار وہ تھے مگر سمجھ دوسرے کو رہے تھے۔ بالکل ایسا ہی ہے کہ جب ہم سب نبی ﷺ کی سنتوں کے بغیر زندگی گزارنے والوں کے پاس داڑھی رکھ کر جائیں تو سب شور مچا دیتے ہیں کہ ارے ''ملا'' آ گیا، ''مولوی'' آ گیا، حالانکہ انہیں اس کا احساس نہیں ہے کہ وہ کس کی شکل بنائے بیٹھے ہیں۔ انہیں اپنے عیب کا احساس نہیں ہوتا بلکہ یہ جانے والا انہیں عجیب لگتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ان بیچاروں کا اٹھنا بیٹھنا ان لوگوں میں ہے جہاں سب ہی تارک سنت ہیں تو داڑھی کی سنت کو پورا کرنے والا شخص جب ان کے پاس جاتا ہے تو انہیں عجیب لگتا ہے۔ جب آدمی اپنا ماحول بناتا ہے، اچھے لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے تو اس کے لئے یہ چیز اجنبی نہیں ہوتی، مشکل بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہاں اب میں اپنی برادری میں آ گیا ہوں۔ جب وہ غیر برادری میں جاتا ہے تو سب اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں سے آ گیا ہے۔ اس کا مذاق اڑاتے ہیں، آوازیں کستے ہیں کہ مولوی صاحب ادھر آ جاؤ۔ گویا اس بیچارے نے داڑھی رکھ کر کوئی گناہ کر لیا ہے۔

اچھا ماحول ضروری ہے

تو میرے عزیزو! ماحول کی برکت سے آدمی کے لئے دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر ماحول ہی غلط ہو تو پھر اچھائی کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور برائی کرنا

آسان ہوجاتا ہے بلکہ اچھائی عیب بن جاتی ہے اور برائی فن بن جاتی ہے اسے کمال سمجھا جاتا ہے اس لئے میرے عزیزو! سب سے پہلے ماحول کو بدلیں۔

صحیح ماحول اختیار کرنا لازم ہے

پیارے رسول ﷺ نے اس کی بہت زیادہ اہمیت بتائی ہے کہ اگر ماحول صحیح اختیار کیا جائے تو پریشانیاں خود بخود ختم ہوجاتی ہیں۔ اب لوگ مسجدوں میں بیٹھتے ہیں، علماء کی صحبت اختیار کرتے ہیں، دین کے حلقوں میں بیٹھتے ہیں، ان کی سوچ اور فکر ان لوگوں سے مختلف ہوتی ہے جو اس ماحول سے محروم ہیں۔ ان کی باہمی سوچ وفکر میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اتنا فرق ہوتا ہے! سچ بتا رہا ہوں آپ کو کہ اس بابرکت ماحول سے ناآشنا لوگ اس بابرکت ماحول کو اختیار کرنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا کوئی اور کام ہی نہیں۔ سارا دن مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اور یہ لوگ اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کو کوئی فکر ہی نہیں دین کی، آخرت کی، سارا دن دوکانوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک جس ماحول کو اختیار کئے ہوئے ہوتا ہے اسے وہی سمجھ میں آتا ہے۔ جو دنیا کے ماحول میں ہیں انہیں دنیا ہی سمجھ میں آتی ہیں، دنیا کی ثقافت سمجھ میں آتی ہے، دنیا کی ترقی سمجھ میں آتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آتا، نہ قرآن، نہ آخرت، نہ نبی ﷺ کی زندگی، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی، نہ مرنے کے بعد کی زندگی، اس لئے میرے عزیزو! ماحول اچھا اختیار کیا جائے، پھر یہ سوال بھی دل میں نہیں آئے گا یہ کیوں ہے؟ یہ ''کیوں'' کا سوال کس لئے پیدا ہوتا ہے؟ اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَغَرِیْباًوَیَرْجِعُ غَرِیْباً'' (ترمذی، باب ان الاسلام بدأغریبا، ج۲، ص۹۱)

دین جب شروع ہوا (بالکل پہلی مرتبہ آیا) تو اجنبی اجنبی تھا اور آخری زمانے میں پھر (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) دین اجنبی ہوجائے گا۔

آخری زمانے میں دین اجنبی ہوجائے گا

آخری زمانے میں دین اجنبی ہوجائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دین پر چلنے والا اجنبی لگے گا۔ لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے کہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے؟ کیا سارا دین داڑھی میں رکھا ہوا ہے؟ کیا دین میں بس پردہ ہی رہ گیا ہے؟ سچ بولنے والے کو باپ بھی کہے گا کہ اس کو تو سمجھ ہی نہیں ہے، یہ کیا تجارت کرے گا اور جھوٹ بولنے والے کے بارے میں باپ کے تاثرات بھی یہ ہوں گے کہ بڑا ہوشیار ہے میرا بیٹا، کیسے چٹکیوں میں لوگوں کی جیب سے پیسے نکلواتا ہے، آرام سے سب کو پھنسا لیتا ہے، بچ کے نہیں جاتا اس سے کوئی، جھوٹ اور مکروفریب کے ذریعے خوب سودے کرتا ہے۔ تو دین پر چلنے والا معیوب، نکھٹو، نکما، دقیانوسی ملا، اور نہ جانے کیا کچھ (العیاذ باللہ) بعینہٖ اسی طرح جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو شروع میں یہ طعنے ملے کہ یہ بے وقوف ہیں جو ایمان لے آئے ہیں ﴿کَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا جا رہا ہے (العیاذ باللہ) کون کہہ رہے ہیں؟ اس زمانے کے منافقین جو دین کی عظمت سے ناآشنا تھے۔ تو پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب دین پر چلنے والوں پر یہ حالات آئیں گے کیونکہ

''اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَغَرِیْباً وَیَرْجِعُ غَرِیْباً'' (ترمذی، باب ان الاسلام بدأغریبا، ج۲، ص۹۱)

دین اجنبی ہو جائے گا اور لوگ دین پر چلنے والوں کو اجنبی نگاہوں سے دیکھیں گے، حیرت کا اظہار کریں گے تعجب کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ" (حوالہ بالا)

پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو میرے بعد میری سنتوں میں کی گئی خرابیوں اور فساد کی اصلاح کریں گے۔

اللہ انہیں خوش وخرم رکھے جو پیارے نبی کے دین پر چلنے کی وجہ سے اجنبی لگنے لگ جائیں۔ پیارا نبی انہیں دعائیں دے رہا ہے۔ فرمایا کہ خوش وخرم رہیں، سرسبز وشاداب رہیں یہاں بھی، قبر میں بھی اور آخرت میں بھی جو دین پر چلنے کی وجہ سے اجنبی لگ رہے ہیں، جنہوں نے مردہ سنتوں کو پھر زندہ کر دیا ہے، نبی کے مٹے ہوئے دین کو پھر سے رواج دے دیا ہے۔

تو میرے عزیزو! ایسے حالات تو آتے ہیں ان حالات میں بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ اپنے ماحول کو اچھا رکھیں، اپنی صحبت اچھی رکھیں۔ اس لئے پیارے رسول ﷺ نے اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے کہ آپس کی دوستیوں کی بنیاد اللہ کی رضا ہو اور ان لوگوں سے دوستی رکھو جو دین کے لحاظ سے تمہارے خیر خواہ ہوں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّخْلَةِ" (الطبرانی، ج۱۲،ص۴۱۱)

مومن کی مثال کھجور کے درخت جیسی ہے۔

کھجور کے درخت کی ہر چیز مفید ہے۔ اس کا پھل، اس کا درخت، اس کی

شاخیں، اس کے پتے سب چیزیں مفید ہیں تو فرمایا اس لئے مؤمن کو اپنا دوست بناؤ جو تمہارے لئے ہر لحاظ سے مفید ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر تم نے نیک آدمی کو دوست بنایا تو تمہارے اچھے حالات میں وہ تمہارے لئے زینت کا باعث ہوگا اور جب تم کسی آزمائش میں گھر جاؤ گے تو وہ تمہارا معاون اور مددگار بنے گا اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ"

(صحیح بخاری، باب الصدقۃ بالیمین، ج۱،ص۱۹۱)

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت میں (جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا) اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔

ان میں دو شخص ایسے ہیں جن کی آپس کی محبت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے کہ یہ دین دار ہے اس کے ساتھ رہنے سے میرا دین بچ جائے گا۔ ارشاد ہے:

"رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ"

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، ج۱،ص۹۱)

دو آدمی جو اللہ کی رضا کے لئے آپس میں محبت رکھیں، اسی (کی بنیاد) پر جمع ہوں اور اسی (کی بنیاد) پر دوری اختیار کریں۔

ایمان کا ذائقہ

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کا بھی ایک ذائقہ ہوتا ہے جیسے قورمہ، بریانی، مشروبات اور آئس کریم کے ذائقے ہوتے ہیں۔ آدمی انہیں محسوس کرتا ہے۔ ایسا ہی ایمان کا ذائقہ بھی ہوتا ہے لیکن یہ محسوس اس شخص کو ہوتا ہے جس

کے پاس تین چیزیں ہوں۔ پہلی یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت سب چیزوں سے بالاتر ہو اور دوسری یہ کہ وہ کفر کی راہ پر چلنے، کفر کے نظریئے، کفر کے عقیدے، کفر کی معاشرت، کفر کی ثقافت، کفر کی خوشیوں اور غموں سے ایسی نفرت کرتا ہو کہ جیسے آگ میں گرنا اس کے لئے باعث نفرت اور ناپسندیدہ ہو۔

نفرت اور محبت کی بنیاد

تیسری چیز اس کے ہاں نفرت اور محبت کی بنیاد فقط اللہ کی رضا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو یہ تین چیزیں نصیب ہوگئیں وہ ایمان کی حلاوت اور لذت محسوس کرلے گا۔ اس کو سجدوں میں مزہ آئے گا، مناجات میں لذت محسوس ہوگی، تلاوت میں مزہ آئے گا، رب کے سامنے رات کو کھڑے ہونے میں بھی مزہ آئے گا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ آج ہمیں یقین بھی نہیں آتا کہ ان چیزوں میں بھی کوئی مزہ ہوسکتا ہے۔

ارے میرے عزیزو! اگر کوئی نقلی محبوبہ ہو جس سے آدمی اپنا ایمان بھی خراب کر رہا ہو، صحت بھی خراب کر رہا ہو، زندگی بھی برباد کر رہا ہو، رسوا اور ذلیل بھی ہو رہا ہو لیکن جب اس کے ساتھ بات کرتا ہے تو بات کرتے کرتے گھنٹے لگ جاتے ہیں اور اسے پتہ ہی نہیں چلتا، انہی باتوں میں ساری رات گزر جاتی ہے۔ اسی طرح میرے عزیزو! اگر مولیٰ سے، حقیقی محبوب سے جب بات ہوگی تو خدا کی قسم رات کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنے والے

اس دنیا میں چار آدمی ایسے گزرے ہیں جو پورے قرآن کو ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت کے اندر سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت تمیم داری ؓ، حضرت سعید بن المسیب ؓ، اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔ ان حضرات کا معمول تھا کہ پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ محبوب سے باتیں ہو رہی ہیں، لذت آ رہی ہے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھ لیا کرتے تھے۔ (سبحان اللہ)

ہمیں تو اس پر یقین ہی نہیں آتا، یہ باتیں تو ہمارے وہم وگمان سے بھی دور ہیں کیونکہ ہم عبادت کی لذت سے ناآشنا ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اس میں بھی لذت ہے جو دنیا کی مادی چیزوں کی لذت سے ہزارہا گنا بڑھ کر ہے لیکن کب ملے گی؟ جب ایمان کی یہ کیفیت پیدا ہوگی کہ اللہ کے لئے محبت ہوگی اور کفر کی زندگی سے نفرت ہوگی۔ اس لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اچھے لوگوں سے محبت کرو، اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھو بیٹھو، قیامت کے دن اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھائی! قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' اس شخص نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! بہت ساری نمازیں، روزے اور صدقے تو جمع نہیں کر رکھے مگر اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے جن

سے تم دنیا میں محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سن کر اتنے خوش ہوئے کہ اس سے پہلے اتنا خوش کبھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ ہم دل سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہشات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اے صدیق! تیری پسند کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میری ایک پسند تو یہ ہے کہ میری بیٹی عائشہ آپ کے حرم میں داخل ہو جائے، دوسری پسند یہ ہے کہ آپ کا چہرۂ انور ہو اور صدیق کی نگاہیں ہوں اور بس دیکھتا ہی رہوں۔ تیسری پسند یہ ہے کہ میری جان و مال سب کچھ آپ پر قربان ہو جائے، سب کچھ میں آپ پر قربان کر دوں۔ یہ میری زندگی کی خواہشات ہیں تو ان حضرات کو تو ویسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی اس لئے جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے جس سے محبت کرتے ہو تو ان حضرات کو بہت زیادہ خوشی محسوس ہوتی تھی۔

نیکوکاروں سے محبت کیجئے

تو میرے عزیزو! اگر چہ ہم نیک نہیں ہیں مگر نیکوں سے محبت تو کر سکتے ہیں۔ اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ کل قیامت میں اللہ ہمارا معاملہ انہی کے ساتھ کر دے گا۔

اس لئے میرے دوستو! یہ ایک مضبوط قلعہ ہے فتنوں سے بچنے کا کہ صحبت اچھی اختیار کی جائے، اچھی مجالس میں شامل ہوا جائے، علماء کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہو۔

اسے اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے، ضرورت سمجھی جائے، غذا سمجھا جائے ورنہ بیماریاں لگ جائیں گی اور یہ بیماریاں زہر بن کر آہستہ آہستہ پورے جسم میں پھیل جائیں گی۔ اس لئے اچھی صحبت کو اپنی غذا سمجھیں اور اس سے توانائی حاصل کر کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔

فتنوں سے بچاؤ کا تیسرا اقدام

میرے عزیزو! فتنوں سے بچاؤ کی تیسری صورت ہے دین کا صحیح علم نصیب ہو جانا، دین کی صحیح سمجھ کا حاصل ہو جانا۔ اس لئے فرمایا کہ ایک فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا/ دین کا صحیح علم رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

(ترمذی، ابواب العلم، ج ۱، ص ۹۷)

صرف عبادت کرنے والا کسی وقت بھی شیطان کے جال میں آ سکتا ہے، کسی بدعت کا شکار ہو سکتا ہے، کسی گناہ کے اندر جا سکتا ہے، کوئی بھی غلط نظریہ اپنا سکتا ہے لیکن اگر اللہ فقاہت (دین کا صحیح علم) نصیب فرما دے تو بندہ شیطان کے مکر و فریب سے بھی واقف ہو جاتا ہے کہ کس طریقے سے یہ وار کر سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم تھے اور بڑے اللہ والے تھے۔ ایک مرتبہ کمرے میں تشریف فرما تھے کہ چھت سے روشنی نمودار ہوئی اور روشنی سے آواز آئی کہ اے جنید! تو بڑا بزرگ ہو گیا ہے اب تجھے نماز کی بھی ضرورت نہیں ہے تو حضرت جنید بغدادی نے فوراً ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھا اور سوچا کہ یہ تو شیطان ہی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ نماز تو نبی پر بھی معاف نہیں ہے۔ اتنا سوچنا تھا کہ وہ روشنی اندھیرے سے بدل گئی اور پھر آواز آئی: جنید! تجھے تیرے علم نے

بچالیا۔آپ نے پھر ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ پڑھا کیونکہ دوسرا وار پہلے وار سے بھی زیادہ خطرناک تھا کہ جنید کو اس کے علم کے عجب (بڑائی) میں مبتلا کردو کہ تو بڑا عالم بن گیا ہے، اس لئے آپ نے پھر تعوذ پڑھا اور فرمایا کہ میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے بچا ہوں۔

تو میرے عزیزو! فتنوں سے بچاؤ کی ایک صورت یہ ہے کہ دین کا صحیح علم نصیب ہو جائے۔اس لئے پیارے رسول ﷺ کو اللہ نے جب دنیا کے اندر مبعوث فرمایا تو آپ کا ایک فریضہ یہ مقرر کیا کہ آپ لوگوں کو کتاب اللہ کی تعلیم دیں، صحیح علم سکھائیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''طَلَبُ الْعِلْمِ خَیْرٌ مِّنَ الصَّلٰوۃِ النَّافِلَۃِ'' (جامع بیان العلم وفضلہ، ج۱،ص۱۲۳)

علم سیکھنا نفل نماز سے بدرجہا بہتر ہے۔

آپ ﷺ اہلِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

''عَنْ أَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِیْنَ حَتّٰی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتّٰی الْحُوْتَ فِی الْبَحْرِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ'' (جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ج۲،ص۹۸،قدیمی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جو شخص لوگوں کو خیر اور بھلائی کی باتیں سکھاتا ہو اس کے لئے اللہ رب العزت اور اس کے تمام فرشتے یہاں تک کہ اپنے بلوں کے اندر موجود تمام چیونٹیاں اور سمندر میں موجود تمام مچھلیاں نزولِ رحمت

کی دعا کرتی ہیں۔''

اسی لئے اللہ کریم نے فرمایا:

﴿یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

(سورۃ المجادلۃ:۱۱)

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور حاملینِ علم افراد کے درجات بلند فرماتے ہیں۔

اللہ نے ان کو ایک فضیلت بخشی ہے تو میرے عزیزو! دین کا صحیح علم نصیب ہو جائے اس کی برکت سے بھی بندہ فتنوں سے بچتا ہے۔

دین کا کتنا علم سیکھنا ضروری ہے؟

دین کا کتنا علم سیکھنا ضروری ہے؟ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

ایک درجہ تو فرضِ عین کا ہے کہ آدمی پر دین کا اتنا علم سیکھنا فرض ہے کہ وہ چوبیس (۲۴) گھنٹے کی زندگی دین کے مطابق گزار سکے۔

اگر تاجر ہے تو تجارت کے بنیادی مسائل سیکھے۔ مالدار ہے تو زکوٰۃ کے بنیادی مسائل سیکھے۔باپ ہے تو اولاد کی تربیت کے بنیادی مسائل سیکھے۔شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کے ضروری مسائل سیکھے۔ایسا نہ ہو کہ زبان سے ایسا لفظ نکل گیا ہو کہ جس سے طلاق ہوگئی ہو اور اسے پتہ ہی نہ ہو۔اس لئے اتنے مسائل سے واقفیت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین پر صحیح چل سکے۔یہ تو فرضِ عین ہے جیسے نماز فرضِ عین ہے، زکوۃ فرضِ عین ہے، روزے فرضِ عین ہیں۔

دوسرا درجہ فرضِ کفایہ کا ہے کہ اگر بستی میں ایسا عالمِ دین (جو اس بستی والوں

کی دینی ضروریات پوری کر رہا ہو) موجود ہے تو سارے بستی والے اس فریضے سے سبکدوش ہو جائیں گے اور سب علم کے حاصل نہ کرنے کے گناہ سے بچ جائیں گے۔ اگر ایسا عالمِ دین موجود نہیں ہے تو سارے بستی والے گناہ گار ہیں جب تک کہ اس فرضِ کفایہ کے درجے کو پورا نہ کر دیں۔

تیسرا درجہ مستحب کا ہے کہ علوم کے اندر خوب گہرائی پیدا کی جائے۔ یہ بہتر اور مستحب ہے کہ علومِ دینیہ کے حصول میں خوب محنت اور کوشش کی جائے۔

اب یہ دین کہاں سے سیکھا جائے تو اللہ رب العزت نے اس بارے میں رہنمائی فرمائی ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ النحل:۴۳)

اگر تم دین کے بارے میں نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھو۔

دین اہلِ علم حضرات سے سیکھو، دین کے بارے میں اہلِ قرآن حضرات سے پوچھو، اس لئے کہ آیت کریمہ میں ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ (سورۃ الحجر:۹)

بے شک ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا۔

اس لئے اگر تم نہیں جانتے تو قرآن والوں، قرآن کا گہرا علم رکھنے والوں اور دین کا گہرا علم رکھنے والوں سے پوچھو۔

دین صحبت سے حاصل ہوتا ہے

دین کتابوں سے نہیں بلکہ صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ جبرئیل امین علیہ السلام

نے دین اللہ پاک سے سیکھا، پیارے نبی ﷺ نے دین جبرئیل امین علیہ السلام سے حاصل کیا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین پیارے نبی ﷺ سے حاصل کیا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے دین سیکھا تابعین رحمہم اللہ نے۔ تو دین کتابوں سے نہیں بلکہ صحبت سے آیا ہے۔ اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا کہ بیت اللہ کی چھت پر قرآن بھیج دیتا اور وہاں کا ہر شخص چونکہ عربی دان تھا اس لئے خود ہی قرآن سیکھ لیتا لیکن دین کا مزاج یہ نہیں ہے۔ دین کے علوم سیکھنے کا یہ انداز نہیں ہے بلکہ اب تو دنیاوی علوم بھی اس طریقے سے نہیں سیکھے جاتے۔ کون ہے جو میڈیکل کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر بن جائے، انجینئرنگ کی کتابیں پڑھ کر انجینئر بن جائے۔ کوئی بھی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اس فن کے ماہر کے پاس نہیں بیٹھتا یا اس کی صحبت اختیار نہیں کرتا۔

صحیح عالم سے دین سیکھنے کے فوائد

اسی طرح جب دین کا علم کسی صاحبِ علم سے سیکھا جائے گا، عالمِ ربانی سے سیکھا جائے گا تو اس کے بہت سے فوائد ہوں گے۔

❖ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ اس عالمِ ربانی کی زندگی بھی اس کے اندر منتقل ہوگی، اس کے اخلاق، اس کی عبادات، اس کا کردار، اس کا انداز، اس کا مزاج بھی منتقل ہوگا۔

❖ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ خالص علم حاصل ہوگا جس سے اسے کھرے کھوٹے کی پہچان ہوگی، صحیح غلط کی پہچان ہوگی۔

❖ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب اس کے سامنے علم سیکھے گا تو اسے اپنے سے

بڑے اور زیادہ علم والا پائے گا اس لئے عجب کے مرض کے اندر مبتلا نہیں ہوگا، بڑائی نہیں آئے گی کہ جب بھی اس کے پاس جائے گا تو سمجھے گا کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا، اس کے پاس تو بہت علم ہے ورنہ جو لوگ عموماً کتابوں سے مطالعہ کر کے محقق بن جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے حالانکہ ان سے بڑا جاہل کوئی نہیں ہوتا۔ پہلے جاہل تھا نہ جاننے کی وجہ سے اور اب دگنا جاہل ہے کہ جانتا بھی نہیں ہے اور اپنی کم علمی اور جہالت کو کم علمی اور جہالت بھی نہیں سمجھتا۔

اہلِ علم کی صحبت، فتنوں سے نجات

اس لئے فرمایا کہ اہلِ علم سے صحبت رکھو اور ان سے دین سیکھو فتنوں سے بچ جاؤ گے۔ اللہ رب العزت نے یہی بتایا ہے اور یہی طریقہ ہے فرمایا: ﴿كُونُوا رَبَّانِيِّينَ﴾ (آل عمران:۷۹) اللہ والوں سے علم حاصل کرو تو اس طریقے سے نبی ﷺ نے امت تک دین پہنچایا اور راستہ بتا دیا کہ اس طریقے سے دین سیکھا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کتابوں سے علم سیکھا جائے۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ کسی عالمِ ربانی سے پوچھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور جہاں کسی حوالے سے کوئی کمی یا تشنگی محسوس ہو یا کوئی بات سمجھ نہ آئے تو فوراً اس عالم سے پوچھ لیا جائے کہ اب مجھے کون سی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

بسا اوقات آپ کسی طبیب کے پاس جائیں گے تو طبیب کے پاس بہت ساری دوائیں پڑی ہوں گی اور سب توانائی کے لئے بہت اچھی ہوں گی، بہت اعلیٰ قسم کی معجونیں ہوں گی کہ اگر آدمی انہیں دو دن کھائے تو جوان اور صحت مند ہو جائے مگر یہ

بات تو طبیب ہی بتائے گا کہ میاں تم یہ کھاؤ گے تو تمہارے معدے اور جگر کا ستیاناس ہو جائے گا۔ تمہارے لئے یہ والی دوا موزوں ہے اسے لے جاؤ۔ وہ دوسری دوا بھی اچھی ہے لیکن تمہاری صحت ابھی اسے قبول نہیں کرے گی، اس لئے تم پہلے یہ کھا لو پھر وہ کھا لینا۔ پھر تمہارے معدے میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ تم اسے بھی کھا سکو گے۔ طبیب کی یہ بات سب کو سمجھ آئے گی۔

لیکن اگر کوئی مولوی کہہ دے کہ پہلے یہ پڑھ لو، پھر وہ پڑھ لینا تو کہتے ہیں ارے میاں یہ تو قرآن سے روکتے ہیں۔ ارے بھائی! قرآن سے نہیں روکتے بلکہ تمہیں قرآن پڑھنے کے قابل بناتے ہیں۔ ایک آدمی کہے کہ میرا نماز پڑھنے کا ارادہ ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ بھائی پہلے وضو تو کر لو۔ اب اگر وہ کہے کہ یہ مجھے نماز پڑھنے سے روک رہا ہے تو عقل کی بات تو نہ ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا کہ ارے بھائی! یہ نماز سے نہیں روک رہا ہے بلکہ نماز پڑھنے کے قابل بنا رہا ہے۔ کس نے کہا ہے کہ نماز نہ پڑھو، ضرور پڑھو بھائی لیکن اس سے پہلے وضو تو کر لو۔

تمام کام مشاورت سے کریں

اسی لئے تو بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ پہلے یہ پڑھ لو، پھر وہ پڑھ لینا تا کہ صلاحیت تو پیدا ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ معاملہ الٹ ہو جائے۔ صلاحیت اندر ہے نہیں اور اس نے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنا شروع کر دیا ہے اس لئے کسی سے پوچھ لینا چاہئے کہ میرے لئے کون سی کتاب مناسب ہے۔ جہاں زندگی کے دیگر امور میں ہم کسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ خود تو بلڈنگ بنانا شروع نہیں کر دیتے، خود تو اپنا علاج نہیں

کرتے، خود تو درزی نہیں بن جاتے، ہر ایک چیز میں کسی نہ کسی پر اعتماد کرتے ہیں تو اللہ کے بھیجے ہوئے علوم کے بارے میں بھی کسی پر اعتماد تو کرنا ہی پڑے گا۔

اگر زندگی کے دیگر معاملات میں خود اعتمادی اختیار کی جائے کہ ہر کام خود ہی کرنا شروع کر دیا جائے تو قبرستان پہنچنے کا راستہ بہت جلد ہموار ہو جائے گا۔

میرے عزیزو! انسان تو اپنی پیدائش میں بھی اعتماد کرتا ہے۔ اگر انسان سے کہا جائے کہ یہ تمہارا باپ ہے تو اس کو کیسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ میرا باپ ہی ہے۔ کسی پر اعتماد کرتا ہے کیونکہ یہ تو ہسپتال میں پیدا ہوا ہے تو اسے کیسے معلوم ہوگا کہ یہ اس کا باپ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا باپ ہے تو اس نے مان لیا کہ ہاں یہ میرا باپ ہے، یہ میری ماں ہے۔ اعتماد ہی کیا ناں، وحی تو نہیں آئی اس پر، تو میرے عزیزو! دین کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، بغیر اعتماد کے کہانی چلتی ہی نہیں ہے تو اس لئے فرمایا کہ دین کے معاملے میں بھی رہنمائی حاصل کی جائے کہ کون سی کتاب کس وقت کیسے مطالعہ کرنی ہے۔ جہاں بات سمجھ میں نہ آئے تو اسے پوچھ لیا جائے، تو یہ ہے دین کا علم حاصل کرنے کا صحیح طریقہ پھر جب بھی کوئی نئی بات پیش آ جائے، فتنے کی کوئی بات کان میں پڑے، کوئی پروپیگنڈہ سنے تو فوراً اہلِ علم کے پاس جائے اور ان سے پوچھے کہ اس مسئلے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ﴾ (سورۃ الحجرات:۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو (پہلے) اس کی تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں (بغیر تحقیق کئے) تم کسی پر جا

پڑو (حملہ کر بیٹھو/نقصان پہنچا دو) اور کل تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

جب بھی کوئی فاسق فاجر آدمی تمہیں کوئی بات بتائے یا کہیں سے پروپیگنڈہ سنو یا کوئی نام نہاد اسکالر تمہیں کوئی نئی بات سنا دے، دین کے اندر کوئی نیا پیوند لگا دے تو اہلِ علم سے پوچھ لو، تحقیق کر لو، اس سے پہلے کہ تم جہالت میں پڑ جاؤ اور پھر بعد میں تمہیں شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑے، اس لئے پہلے پوچھ لو اور طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی ایسی صورتِ حال میں فوراً اہلِ علم کے پاس پہنچ جائے اور ان سے پوچھ لے۔ اس لئے کہ پیارے رسول ﷺ نے امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ حتی الامکان اہلِ علم کی جماعت کے ساتھ جڑے رہو۔

ایک بے بنیاد اعتراض

عموماً آج کل یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ جی آج کل تو علماء ربانیین ہی نہیں رہے تو اب کس کی مانیں۔ اچھا بھائی اگر نہیں رہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ غامدی جیسوں کو عالم بنا لیں، وہ ظالم تو قیامت کا بھی انکار کر رہا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی کا بھی انکار کر رہا ہے، اب آپ کس طرف جائیں گے۔

میرے عزیزو! الحمد للہ جب تک قیامت نہیں آ جاتی، علماء ربانیین موجود رہیں گے اس لئے کہ اللہ نے دین کا فہم ان کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور جب یہ ختم ہو جائیں گے تو قیامت برپا ہوگی اس لئے جب تک قیامت نہیں آتی تو الحمد للہ اہلِ علم اور علماء ربانیین باقی رہیں گے۔ بہرحال علماء بھی بشر ہیں، معصوم نہیں ہیں اس لئے ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ عالمِ ربانی دین کے پہنچانے میں

خیانت نہیں کرے گا، اس لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جوڑے رکھو۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (سورہ یونس: ۶۲،۶۳)

اللہ کے دوست وہ ہیں جن پر خوف اور غم نہیں ہوتا، (اللہ کے دوست وہ ہیں) جو ایمان اور تقویٰ والے ہیں۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ فرمایا کرتے تھے:

" اِنْ لَمْ يَكُنِ الْعُلَمَاءُ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ وَلِيٌّ "

(الفقیہ والمتفقہ، ج ۱ ص ۳۶)

اگر اہلِ علم اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اس زمین پر اللہ کا ولی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

علماء کی اہانت خطرناک ہے

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

" مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْعُلَمَاءِ ذَهَبَتْ آخِرَتُهُ " (السیر، ج ۱۷ ص ۳۵۱)

جس نے علماء کی اہانت کی اس کی آخرت برباد ہوگئی۔

" وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْاُمَرَاءِ ذَهَبَتْ دُنْيَاهُ " (حوالہ بالا)

جس نے حکمرانوں کی اہانت کی اس کی دنیا گئی۔

ظاہر ہے حکمرانوں کی اگر اہانت کرو گے تو جیل بھیج دیں گے۔ دنیا جائے گی، کاروبار جائے گا اور فرمایا:

" وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْاِخْوَانِ ذَهَبَتْ مُرُوْءَتُهُ " (حوالہ بالا)

جس نے اپنے دوستوں کی اہانت کی تو اس کی مروّت گئی۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

" لُحُوْمُ الْعُلَمَاءِ مَسْمُوْمَةٌ وَعَادَةُ اللّٰهِ فِيْ هَتْكِ اَسْتَارِ مُنْتَقِصِيْهِمْ مَعْلُوْمَةٌ، وَمَنْ اَطْلَقَ لِسَانَهُ فِي الْعُلَمَاءِ بِالثَّلْبِ اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَبْلَ مَوْتِهِ بِمَوْتِ الْقَلْبِ "

(الاعلام لحرمۃ العلماء، ص ۳۲۴، دار طیبۃ، مکتبۃ الکوثر)

ترجمہ: "علماء کرام کے گوشت (یعنی غیبت) نہایت زہریلے ہیں، اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے (کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں) جو شخص اپنی زبان کو علماء کے بارے میں عیب جوئی کے لئے کھلا چھوڑتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی موت سے پہلے اس کے دل کو مردہ بنا دیتے ہیں۔"

علماء سے بغض رکھنے کا نقصان

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ علماء سے بغض رکھنے کے نتیجے میں پہلا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بغض رکھنے والا علماء کی تعلیمات سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

" اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ " (جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱ ص ۵۳)

عالم بنو یا علم سیکھنے والے بنو یا علم کی باتیں سننے والے بنو یا ان اہلِ علم سے محبت کرنے والے بنو اور پانچویں نہ بننا یعنی علماء سے بغض رکھنے والے نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

آپ نے مرغا دیکھا ہوگا، صبح صبح اذان دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے بھی برا

بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَسُبُّوا الدِّیْکَ فَاِنَّہٗ یُوْقِظُ لِلصَّلٰوۃِ"

(ابوداؤد، باب فی الدیک والبھائم، ج۲، ص۳۵۴)

حضور نے فرمایا: مرغے کو گالی مت دو اس لئے کہ یہ لوگوں کو نماز کے لئے جگاتا ہے۔

اللہ کے نبی نے ایک بے زبان پرندے کو صرف اس بنیاد پر برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ جن علماء ربانیین نے اپنی زندگیاں اللہ کے دین کے لئے وقف کر رکھی ہیں اور دن رات دین کے غم اور فکر میں لگے رہتے ہیں ان کے ساتھ بغض رکھنا اور بدگمانیاں کرنا کتنی بڑی اور خطرناک بات ہے، اس لئے ان سے بغض رکھنے والے افراد کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ یہ لوگ ایسے افراد کے ساتھ بغض رکھ رہے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ﴾ (سورۃ حم السجدۃ:۳۳)

اس سے اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

دنیا میں اس شخص سے بہتر کلام کس کا ہوسکتا ہے جو لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائے لیکن چونکہ شیطان دین سے محروم کرنا چاہتا ہے تو وہ لوگوں کو علماء کی اہانت اور توہین کی راہ دکھاتا ہے اس لئے کہ اسے پتہ ہے کہ دین سے محرومی کا راستہ ہی یہی ہے کہ عوام کو علماء سے دور کردو، ان کے درمیان بدگمانیاں پیدا کردو اس لئے کہ جب یہ علماء کی صف اور گروہ سے دور ہو جائیں گے تو کوئی بھی بھیڑیا انہیں آسانی سے اچک لے گا۔

تو میرے عزیزو! فتنوں سے بچنے کی ایک صورت یہی ہے کہ علماء کی عظمت اور احترام دل میں ہو اور ان سے دین سیکھا جائے اس لئے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"اَلدُّنْیَا کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ اِلَّا مَجَالِسَ الْعُلَمَاءِ" (جامع بیان العلم وفضلہ، ص۲۳۶)

ساری دنیا اندھیرا ہی اندھیرا ہے سوائے علماء کی مجالس کے۔

حضرت سخاوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"اِنَّمَا النَّاسُ بِشُیُوْخِھِمْ فَاِذَا ذَھَبَ الشُّیُوْخُ فَمَعَ مَنِ الْعَیْشُ؟"

(فتح المغیث، ج۲، ص۳۲۰)

"لوگ اپنے شیوخ (اہلِ علم اور ماہرفن اساتذہ) کی وجہ سے (کسی قابل) ہوتے ہیں، جب شیوخ ہی چلے گئے تو پھر زندگی کس کے ساتھ ہے؟ (یعنی زندگی کی گاڑی کیسے چلے گی؟)"

زندگیاں تو اکابر اور بزرگوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور جب اکابر اور بزرگ ہی دنیا سے چلے جائیں تو پھر زندگی کا مزہ نہیں رہتا، پھر ایمان کہاں بچ سکتا ہے؟ دین کہاں بچ سکتا ہے؟ ان برگزیدہ لوگوں کی کمی اور عدم موجودگی کی بنا پر امت انتشار و افتراق کا شکار ہو جاتی ہے، آپس کی محبت اور تعلق کمزور پڑ جاتا ہے، قومیت، لسانیت، بے دینی، جدت پسندی، عقل پرستی، مادیت پرستی اور شخصیت پرستی کے خوابیدہ فتنے پھر سے سر اٹھانے لگتے ہیں، بہت بڑے بڑے نقصانات ہوتے ہیں اور دشمنانِ دین کو لئے دین اسلام اور مسلمانوں پر حملے کرنے کے کھلے مواقع دستیاب ہو جاتے ہیں۔

تو میرے دوستو! فتنوں سے بچنے کی یہی تین صورتیں ہیں۔ اللہ کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں کی جائیں، اپنے دوست اچھے بنائے جائیں، سوسائٹی اچھی بنائی

جائے ،اہلِ علم کے ساتھ تعلق بنایا جائے ،ان سے دین سیکھا جائے ،علم سیکھا جائے ۔ ان سے مفید کتابوں کے بارے میں رہنمائی لے کران کا مطالعہ کیا جائے اور اگر کوئی بات ایسی ہو جوطبیعت پر بوجھ بن رہی ہو،کوئی انتشار ذہن میں آ گیا ہو،کوئی اختلاف پیدا ہو گیا ہو تو فوراً اہلِ علم سے رجوع کر لیا جائے تا کہ معاملہ صاف ہو جائے ورنہ آہستہ آہستہ یہ چیز آدمی کو شک میں ڈال دیتی ہے اور بندے کا ایمان بھی خراب کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بحمد اللہ تعالیٰ

اسلام

اسلامی عقائد ونظریات کو عام فہم اور مختصر اسلوب میں بیان کرنے والی ایک بے مثال کتاب جس میں اسلامی تعلیمات کا مکمل اور مختصر تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ طبقے میں جدید فلسفۂ حیات سے پیدا ہو جانے والے شکوک وشبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

عہدِ حاضر میں ہر مسلمان کی ضرورت

مرتب: حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہ

ناشر: مکتبہ فہمِ دین، ڈیفنس فیز۴
فون: 021-4255122
www.fahmedeen.org